ابنِ ادس

# پاکستان میں اسلام کا مستقبل

## اہلِ سنّت اور اصحاب حدیث کے لئے ایک لمحۂ فکریہ

پاکستان کا قیام وجود میں آیا تو اس بارے میں کوئی اختلاف نہ تھا کہ پاکستان (مغربی و مشرقی دونوں بازوؤں) کی قومی زبان اردو ہوگی۔ پاکستان کے تمام مسلمان ایک ہی امت مسلمہ کے برگ و بار ہیں اور قومیت کا ایک ہی رشتہ انسلاک رکھتے ہیں۔ پاکستان میں ایک مسلم ثقافت و تہذیب فروغ پائے گی۔ اور مسلمان تمام دوسرے نظاموں اور ازموں سے نجات حاصل کر کے صرف اسلامی نظام کے زیر سایہ امن و عافیت کی زندگی گزاریں گے۔ یہی پاکستان کا مقصد تھا اور اسی کو آپ پاکستان کا نظریہ کہہ لیجئے ۱۹۴۷ء کے بعد بھی نظریہ ہماری منزل تھی۔ قرار داد مقاصد نے اس منزل کی نشان دہی کی تھی۔ اس کے لئے مختلف مکاتیب فکر کے علماء نے متفقہ طور پر بنیادی نکات کا تعین کیا تھا اور ون یونٹ کے قیام تک یہی نظریہ ہمارا قومی نصب العین رہا۔ لیکن پھر شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا۔

ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے شدید اختلاف اور انتشار کے نتیجے میں پہلے تو ملک کے دونوں بازوؤں کے لئے بنگلہ اور اردو دو قومی زبانیں بن گئیں اور پھر جب ایک قومی حادثے کے بعد پاکستان صرف مغربی پاکستان کا نام رہ گیا تب بھی انگریزی نے ہماری قومی زندگی میں وہ جگہ خالی نہیں کی جس کی مستحق اردو تھی۔

ملت اور قومیّت کا طے شدہ مسئلہ بھی اختلاف کی نذر ہو گیا۔ اب پاکستان میں ملت مسلمہ کے مقابلے میں "ملّت جعفریہ" بھی ہے جس کا کلمہ الگ ہے قرآن کے ناقص اور محرّف ہونے کا عقیدہ رکھتی ہیں۔ صحاح ستہ کے کسی مجموعے کی صحت پر اس کا یقین نہیں۔ اذان اس کی مختلف۔ نماز اس کی الگ۔ نہ اس نے دینیات اور نصاب جو فقہ کے تفصیلی مسائل کے بجائے قرآن کے مجمل احکام اور اخلاق پر مبنی ہے۔ مسلمان بچوں کے ساتھ ایک استاد سے پڑھنا گوارا کیا۔ پورا مذہبی اور معاشرتی نظام ان کا الگ۔ سماجی ادارے اور امدادی و تعلیمی انجمنیں ان کی الگ۔ غرضیکہ مذہب سے لے کر معاشرت تک زندگی کے ہر شعبہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ خدا نے حکم دیا تھا کہ تمہارے مابین کسی امر میں اختلاف پیدا ہو جائے تو میری کتاب (قرآن) اور اسوۂ حسنہ رسول ؐ کی طرف رجوع کرنا۔ تمہارے اختلاف کا حل تمہیں مل جائے گا۔ لیکن اب صورت حال یہ ہے کہ دنیا کی ہر تجویز اور ہر قرارداد پر گفتگو ہو سکتی ہے۔ ہر جماعت اپنے موقف پر نظر ثانی کر سکتی ہے۔ لیکن کسی دینی کام۔ اسلامی نظام یا حدود و تعزیرات کے نفاذ و قیام

ہیں ملت جعفریہ جسے ہم آج تک امت مسلمہ کے شجر طیبہ کی ایک ہی شاخ سمجھتے رہے تھے۔ قرآن کو "حکم" نہیں بنا سکتی۔ پھر کیا اس کے بارے میں ہمارا تصور غلط تھا۔ کیا رواداری کے جذبے میں ہم نے کچھ حقائق سے آنکھیں بند کرلی تھیں۔ کیا آج امت مسلمہ کا رویہ غلط ہے یا ملت جعفریہ آج کسی غلطی کا ارتکاب کر رہی ہے؟

پاکستان جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا جس کے قیام میں مسلمانوں نے جان و مال کی عظیم الشان قربانیاں دی تھیں اس کے دو ٹکڑے ہوچکے ہیں اس کے وجود کا ایک حصہ ایک نئے ملک بنگلہ دیش کی شکل اختیار کر چکا ہے اور اس کے ساتھ ہی ایک نئی بنگلہ دیشی قوم وجود میں آچکی ہے اور جو حصہ رہ گیا ہے اس میں کراچی اور سرائیکی کے دو صوبوں اور عظیم پنجاب۔ گریٹر بلوچستان، سندھو دیش اور پختونستان کے نام سے چار ملکوں کی تحریکیں موجود ہیں خواہ وہ کسی درجے میں ہوں۔

اب یہ حقیقت بھی متنازع ہے کہ پاکستان میں ایک قوم اپنے بعض علاقائی خصائص کے ساتھ آباد ہے۔ اور انہی علاقائی خصائص کو پنجابی، سندھی، پختون اور بلوچی کے نام دے گئے ہیں۔ اب انداز فکر یہ ہے کہ یہاں چار پانچ یا چھ قومیں آباد ہیں جنہیں مخصوص جغرافیائی حالات اور بعض مشترک سیاسی مفادات نے متحد کر دیا ہے اور اگر حالات و وقت کا تقاضا ہوگا تو یہ ایک دوسرے سے الگ بھی ہو جائیں گی۔

اسی طرح اسلامی تہذیب و ثقافت کے امتیازات اور تعریف و تاریخ پر پہلے سب متفق تھے لیکن اب نہ اس کی تاریخ پر سب متفق ہیں نہ اس کے خصائص پر سب کا اتفاق ہے۔ مسئلہ یہ پیش آگیا ہے کہ اس کی تاریخ محمد بن قاسم اور صوفیہ و مشائخ کی سیر و تعلیمات کے حوالے سے اوائل اسلام سے شروع کی جائے یا موئن جو ڈرو اور ہڑپا کے حوالے سے اسی علاقے کی قدیم تہذیب و تمدن سے اس کا آغاز کیا جائے؟ موئن جو ڈرو اور ہڑپا کی قدیم تہذیبیں تاریخ کے لحاظ سے بلاشبہ بڑی قیمتی چیز دریافت ہوئی ہیں لیکن اس بارے میں تو کوئی شبہ ہے نہ اختلاف کہ اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ پاکستان کی تاریخ میں ان کی قدر و قیمت بے اندازہ ہو سکتی ہے۔ لیکن اسلامی جمہوریہ کی تاریخ سے ان کا کیا تعلق؟

اسلامی تہذیب کے خصائص کے تعین کے لئے کوششوں کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ رقص و موسیقی کو نہ صرف مسلمانوں کے ایک طبقہ کے اعمال اور نہ صرف اسے مسلمانوں کا فن ثابت کیا جاتا ہے، اس کے لئے شرعی جواز تلاش کیا جاتا ہے اور مسلمان خلفاء کی سرپرستی میں بیش از بیش ترقی پر کتابیں اور مقالے لکھے جاتے ہیں۔

پھر یہ خیال رہے کہ رقص و موسیقی کا مطلب صرف جوش مسرت میں بچوں یا نوجوانوں کا اچھل کود لینا اور "دف" کے سادہ ساز پر کسی نغمے کا گانے اور ترنم کے ساتھ الاپ لینا نہیں۔ بلکہ وہ رقص و موسیقی مراد لی جاتی ہے جس کی یورپ سے باقاعدہ تربیت حاصل کی جاتی ہے اور جس کے ہوش ربا اور ایمان سوز مناظر کبھی کبھی بعض فلموں یا شبینہ کلبوں میں نظر آتے ہیں اور جس کے فروغ و تربیت کے لئے ملک میں پچاسوں ادارے قائم ہیں جنہیں حکومت کی سرپرستی حاصل ہے اور لاکھوں روپے سالانہ انہیں مالی امداد دی جاتی ہے۔ کیا آپ نے کبھی سوچا کہ تحریک پاکستان کے دور میں اسلامی تہذیب و ثقافت کے تحفظ و

فروغ کا دعویٰ غیر حقیقی اور جوش و جذبات پر مبنی تھا؟ کیا یہ فریب تھا؟ کیا یہ ایک وقتی نعرہ تھا یا آج ہم نے ٹھوکر کھائی ہے اور مہر رشتہ فکر ہمارے ہاتھ سے نکل گیا ہے؟ اب آپ اسلامی نظام کی تعبیر پر نظر ڈال لیجئے۔ اصحاب حدیث نے اپنے لئے فکر و نظر کا جو بلند آشیاں منتخب کیا ہے وہ اس سے نیچے نظر ڈالنے کے لئے تیار نہیں۔ اہل سنت نے اپنے لئے جو مقام پسند کیا ہے وہ اسے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ ان میں دیوبندی اور بریلوی دو مکتبہ فکر ہیں اور ان میں سے ایک مکتبہ فکر کے ارباب بست و کشاد دوسرے کو شکست دینے کے لئے ہر دشمن اسلام قوت اور ملحدانہ فکر رکھنے والی جماعت سے اتحاد و تعاون کے رشتے استوار کر سکتے ہیں لیکن دوسرے مکتبہ فکر کی کامیابی اور ان کا اقتدار انہیں کسی حال میں گوارا نہیں۔ ملت جعفریہ نے اپنی راہ ان سے الگ کر لی ہے اب وہ اپنے لئے نہ صرف الگ پرسنل لا کی طالب ہے بلکہ اپنے لئے علیحدہ سول لا کے حق کو منوا کر ایک متوازی حکومت قائم کرنے کی متمنی ہے۔

اب آپ مذہبی اور دینی نقطۂ نظر رکھنے والے مخلصین کے مقابلے میں جو تقریباً تمام قومی اتحاد میں شامل ہیں ان لوگوں کو دیکھئے جو اگرچہ اسلامی نظام کا نام بھی لیتے ہیں اور اسماً اور نسلاً مسلمان بھی ہیں لیکن ان کا خیال ہے اور شاید نہایت اخلاص و دیانت کے ساتھ خیال ہے کہ پاکستان کا مسئلہ اسلام کا نہیں روٹی، کپڑے اور غربت و افلاس کا ہے۔ پاکستان کا اسلامی ملک کہلانے کے لئے اتنا کافی ہے کہ یہاں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ یہ تمام جماعتیں اگرچہ تنظیماً الگ الگ ہیں لیکن جوں جوں انتخاب قریب آرہا ہے ایک دوسرے کے قریب ہوتی جارہی ہیں۔ اور اگرچہ ان کے مابین اختلافات بھی ہیں لیکن اسلامی نظام کے نفاذ کی تحریک کے مقابلے میں سب ایک ہیں۔

ان میں سے ایک جماعت اہل سنت اور اصحاب حدیث کی (جو قومی اتحاد میں بھی ہیں اور حکومت کی باگ ڈور بھی انہی کے ہاتھ میں رہے) انتقاماً مخالف ہے اور اگرچہ انتقام کا جذبہ غلط ہے لیکن اس کے وجود سے انکار نہیں کیا جاسکتا کئی چھوٹی چھوٹی جماعتیں جو حال ہی میں وجود میں آئی ہیں اسی انتقامی تحریک کے مختلف محاذ ہیں۔

ان میں سے بعض جماعتیں اصولاً اور نظریاً اسلامی نفاذ کے خلاف ہیں۔ وہ اسلام کے مقابلے میں ایک دوسرے نظام پر یقین رکھتی ہیں۔ اس لئے انہیں بھی اسلامی نظام کے داعی خواہ وہ قومی اتحاد کی شکل میں ہوں خواہ برسر اقتدار جماعت کی صورت میں ہوں ہرگز گوارا نہیں۔

ان میں سے بعض جماعتیں حصول اقتدار کے لئے بہت بے چین اور قومی اتحاد اور حکومت دونوں سے نبرد آزما ہیں۔ اگرچہ اس درجے کی جماعتوں میں اکثریت اہل سنت ہی کی ہے لیکن ان کے مساعی اور آراء کا وزن خود ان کے خلاف استعمال ہورہا ہے۔

چند اور جماعتیں اور گروہ بھی ہیں۔ ان میں سے کاروباری جماعتیں ہیں وہ اس سے بے نیاز ہیں کہ پاکستان میں اسلام کا مستقبل کیا ہو ان کی مذہبی عقیدتوں کا مرکز بھی پاکستان سے باہر ہے۔

غیر مسلم اقلیتیں بھی اپنا مفاد نظریاتی مملکت اور اسلامی جمہوریہ کے بجائے سیکولر اسٹیٹ اور لادینی حکومت کے قیام میں پاتی ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی صلاحیتوں اور قوتوں کا وزن اہلِ سنت اور اصحابِ حدیث کے مخالف پلڑے میں ڈال دیا ہے۔

اب اپنے لئے پرسنل لاء اور سول لاء الگ بنوانے والوں نے بھی محسوس کر لیا ہے کہ ان کی زندگی کا دار و مدار قومی اتحاد اور حکومت کی مخالف پارٹیوں سے اتحاد و اتفاق میں ہے۔ اس احساس و اختلاف کا نتیجہ بھی ہمارے سامنے آچکا ہے اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ زکوٰۃ و عشر اور اسلامی حدود و تعزیرات کے قیام و نفاذ کا جو اعلان یکم جولائی کو ہونے والا تھا وہ ملتوی ہو گیا۔ بانی پاکستان کے مزار کے ساتھ اسلامی دارالعلوم اور جامع مسجد کی تعمیر کا منصوبہ پہلے سے بایں احساس و خطر معرضِ التوا میں ڈال دیا گیا کہ ان پر قبضہ لازماً اکثریت کا ہوگا اور یہ انہیں کسی قیمت پر گوارا نہیں۔

آج کل پاکستان میں صرف دو گروپ ہیں ایک طرف قومی اتحاد اور حکومت ہے جس میں اہل سنت اور اصحابِ حدیث کی اکثریت ہے۔ ان کے مقابلے میں دوسری جماعتیں ہیں جو قومی اتحاد اور حکومت کو شکست دینے کے معاملے میں الگ الگ ہونے کے باوجود متحد و متفق ہیں اور اس عظیم مقصد اور جہاد میں اپنی سعی و اخلاص کے ثبوت کے لئے ہر جماعت ایک دوسری سے بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہے۔ بلکہ جہاں تک حکومت کو ناکام بنانے، اسے شکست دینے کے اور ہر معاملے میں اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دینے کا تعلق آج کل قومی اتحاد سب سے زیادہ مستعد نظر آتا ہے اور کوئی نہیں سوچتا کہ اس کا نقصان کس کو پہنچ رہا ہے اور فائدہ کون اٹھا رہا ہے؟

ملک کے موجودہ حالات اور اس صورت میں کہ انتخابات کی تاریخ قریب آرہی ہے اہل سنّت اور اصحاب حدیث کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے ان حالات میں کام کا پہلا مرحلہ تو یہ ہے کہ ملک کی تمام جماعتیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتی اور سمجھتی ہیں خواہ ان کے عقیدے کے مطابق وہ انتہائی گناہ گار اور صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے ہوں، اپنے تمام اختلافات سے صرف نظر کر کے اسلام کے روشن مستقبل اور ملک کے بہترین مفاد میں باہم دگر متحد و متفق ہو جائیں لیکن اگر وہ اس بات سے متفق ہوں کہ اب یہ خواب شرمندہ تعبیر ہوتا نظر نہیں آتا اور وہ اس سراب کے پیچھے بھاگ کر اپنی بہترین صلاحیتوں اور قیمتی وقت کا ضیاع کریں گے تو پھر اہلِ سنت کے دیوبندی اور بریلوی دونوں مکاتبِ فکر اپنے اختلافات بھلا دیں۔ اسی طرح اصحابِ حدیث کو اپنی تمام صلاحیتوں اور منتشر اعضا کو مجتمع کر لینے کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد اہلِ سنّت اور اصحابِ حدیث کی جماعتوں کو اپنے تمام تعصبات بھلا کر اور اپنی تنگ نظریوں کو چھوڑ کر یک جان و دو قالب بن جانا چاہئے۔ ان سب کا کلمہ ایک ہے اور قرآن حکیم کی جامع اور مکمل ہدایت اور اسوۂ حسنہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی پر یقین رکھتے ہیں جب وہ قرآن و سنّت کی روشنی کو لے کر زندگی کی راہوں میں آگے بڑھیں گے۔ تو وہ تعلیمات اسلامی اور مصالح ملی کے ایک ہی کلمۂ سواء تک پہنچ جائیں گے۔ اسی میں ان کی نجات ہے اور یہی ان کی کامیابی کی ضمانت ہے۔